مدینہ منورہ کی زیارت

الحیاة مع الله

خالق سے وابستگی

فہرست

مدینہ کے راستے میں ۱

مدینہ منورہ ۳

مسجدِ نبوی ﷺ میں داخل ہونا ۵

قبر مبارک کی زیارت: نبی کریم ﷺ کی رفاقت میں ۸

قریب ترین ساتھی: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ۱۳

عدل کا روشن مینار: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ۱۵

رسول اللہ ﷺ کی محبوب زوجہ کا گھر: عائشہ بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما ۱۸

روضہ: جنت کا ایک حصہ ۲۱

البقیع کی زیارت ۲۲

مدینہ کی گلیاں ۲۵

انصار: ایمان اور ایثار والے لوگ ۲۷

مسجد قبا ۳۰

اُحد ۳۲

1

مدینہ کے راستے میں

جب آپ مدینہ کی طرف سفر کریں تو اپنے تخیل کو چودہ سو سال سے بھی زیادہ پیچھے لے جائیں۔

نبی کریم ﷺ اپنی زندگی کے کچھ نہایت مشکل ترین سال گزار چکے تھے: تیرہ سال اپنی ہی قوم کی طرف سے ملنے والے تمسخر و تضحیک کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چلتا رہا، آپ کے صحابہ پر سخت ترین مظالم ڈھائے گئے، اور ایک کٹھن معاشرتی بائیکاٹ کیا گیا۔ جس کے کچھ ہی عرصے بعد آپ ﷺ کو اپنی سب سے قریبی رازدار اور سب سے مخلص مددگار، اپنی زوجہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دل کو چیر دینے والی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ اور پھر ان دکھوں اور تکالیف کے بعد ہجرت کا حکم آیا۔ اس بابرکت سفر کے لیے ایک عظیم صحابی کا انتخاب ہوا: آپ ﷺ کے سب سے قریبی دوست، ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ اگرچہ یہ سفر دو افراد کا تھا، مگر اس تمام مہم میں حضرت ابو بکر صدیق کے گھر کے دیگر افراد کی کوشش و مدد بھی شامل تھی؛ ان کی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا، بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہ، اور خادم عامر رضی اللہ عنہ سب نے اس عظیم مشن کے لیے اپنی جانیں خطرے میں ڈال دیں۔

ہجرت ناگزیر ہونے کے باوجود یہ ایک نہایت دردناک جدائی تھی۔ مکہ کی سرحد کے کنارے کھڑے ہو کر، انتہائی بھاری دل کے ساتھ، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم مجھے تمام زمینوں میں سب سے زیادہ محبوب ہو، اور اگر تمہارے لوگ مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کرتے تو میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑتا۔“

ہجرت کا سفر نہایت خطرناک تھا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ بہت ہی سخت اور دشوار گزار راستوں سے گزر رہے تھے جبکہ قریش مسلسل ان کے تعاقب میں تھے۔ یہاں تک کہ دشمن غارِ ثور کے دہانے تک بھی پہنچ گئے تھے۔ اگر وہ ایک نظر بھی غار کے نیچے دیکھ لیتے تو ان دونوں کو دریافت کر لیتے۔ اسی لمحے تاریخ کے سب سے تسلی بخش الفاظ کہے گئے: ”اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! تم ان دو کے بارے میں کیا گمان کرتے ہو جن کا تیسرا اللہ ہے؟“

یہ مبارک سفر قدم قدم پر **معجزات** سے بھرا ہوا تھا۔ ایک مکڑی نے غار کے دہانے پر جالا بن دیا، جس نے رسولِ کریم ﷺ اور ان کے ساتھی کو دشمنوں سے محفوظ رکھا۔ ماہر سراغ رساں سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور تین مرتبہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا — اس سے پہلے اس کے ساتھ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔

ام معبد رضی اللہ عنہا کی خشک بکری نے، تمام تر ناممکنات کے باوجود، اتنا دودھ دیا کہ مسافروں کی پیاس بجھ گئی، اور پھر بھی بکری کی مالکن اور اس کے شوہر کے لیے کافی دودھ باقی بچ گیا۔ ام معبد رضی اللہ عنہا کا **نبی کریم ﷺ کے بارے میں حیرت انگیز اور مفصل بیان** آپ ﷺ کے حلیے کی سب سے جامع روایات میں سے ایک بن گیا۔

آخر کار مدینہ پہنچنے کا لمحہ آ گیا۔ اور وہ کیا ہی شاندار لمحہ تھا!

"اللہ اکبر! **محمد ﷺ، اللہ کے رسول، تشریف لے آئے ہیں!**"

مدینہ کے بچوں کی خوشی سے بھرپور صدائیں فضا میں گونج اٹھیں۔ مرد آپ ﷺ کی تعظیم کے لیے آگے بڑھے۔ عورتیں گھروں کی چھتوں کی جانب دوڑ پڑیں تاکہ آپ ﷺ کی ایک جھلک دیکھ سکیں۔

مدینہ منورہ

جس دن رسول اللہ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے، اس دن وہاں کی ہر چیز منور ہو گئی۔ اور جس دن آپ ﷺ کا وصال ہوا، اس دن وہاں کی ہر چیز تاریک ہو گئی۔

(ترمذی)

مدینہ کوئی عام جگہ نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا شہر ہے جو سکون، اطمینان اور سلامتی سے بھرپور ہے۔ اس کی فضا نرم اور تازہ ہے؛ روح کے لیے راحت بخش۔ اس کے دروازوں پر فرشتے مقرر ہیں، جو اسے ہر داخل ہونے والے کے لیے محفوظ پناہ گاہ بناتے ہیں: نہ طاعون اس میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ دجال۔ یہ وہ چھلنی ہے جس کے ذریعے برائی چھان لی جاتی ہے۔ یہ ایمان کا مینارۂ نور ہے۔ مدینہ وہ شہر ہے جس کی گلیوں میں نبی کریم ﷺ چلے، آپ ﷺ نے اس کے درختوں کو تسلی دی اور اس کی بابرکت زمین پر نماز ادا کی۔ یہ وہ شہر ہے جس نے مکہ میں پیش آنے والی سختیوں کے بعد آپ ﷺ کو امان اور سکون دیا۔ یہ وہ محفوظ پناہ گاہ ہے جس کی آپ ﷺ کو طویل عرصے سے تمنا تھی۔ جب آپ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو فرمایا: ”میں مدینہ کی طرف جلدی کر رہا ہوں، پس تم میں سے جو میرے ساتھ جلدی کرنا چاہے، اسے جلدی کرنے دو۔“ اور جب مدینہ نظر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ طابہ ہے [پاک اور خوشگوار]۔“ (بخاری)

مدینہ وہ شہر ہے جہاں مسلمانوں نے پناہ لی، اور جہاں اسلامی تاریخ کے ابتدائی ابواب لکھے گئے۔ اس کی مٹی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آنسوؤں اور خون سے تر ہے۔ مدینہ شہر میں وہ بابرکت مسجد ہے جس میں ایک

نماز ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ یہ وہ شہر ہے جہاں سے ہدایت کی روشنی اور اسلام کی طاقت پوری دنیا میں پھیلنا شروع ہوئی۔

مدینہ ایک ایسا شہر ہے جس کے باشندے واقعی خوش نصیب ہیں۔ وہ انصار کی اولاد ہیں۔ انصار؛ وہ لوگ جن کے جیسا کوئی نہیں۔ انصار نے نبی کریم ﷺ کو اس وقت گلے لگایا جب دوسروں نے آپ ﷺ سے منہ پھیر لیا؛ انہوں نے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کا کھلے دل اور گھروں کے ساتھ استقبال کیا؛ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر اپنی جانیں اور مال قربان کر دیے۔ وہ ایسے لوگ تھے جن کی سخاوت سے پھوٹنے والی روشنی آج بھی جاری ہے۔

مدینہ وہ شہر ہے جہاں ہمارے پیارے نبی ﷺ آرام فرما ہیں۔ آپ ﷺ نے ہی انسانیت کو اندھیروں کی گہرائیوں سے روشنی کی طرف، مخلوق کی عبادت سے خالق کی عبادت کی طرف، اور اس دنیا کی تنگیوں سے اس کی وسعتوں کی طرف رہنمائی دی۔ وہی ہیں جنہوں نے اپنی امت کے لیے اپنی زندگی قربان کی، بے شمار تکالیف اور مشقتیں برداشت کیں تاکہ ہمیں ہدایت کا عظیم پیغام مل سکے۔ وہی ہیں جو قیامت کے دن ہماری شفاعت کریں گے، جب کوئی اور نبی یا رسول اپنی امت کے لیے شفاعت نہیں کرے گا اور ہر نفس کو صرف اپنی فکر لاحق ہوگی۔ اس دن، جب ہر کوئی اپنے لیے خوفزدہ ہوگا، نبی کریم ﷺ اپنا سر مبارک اٹھائیں گے اور اپنی امت کی طرف سے پکاریں گے: "میری امت، میری امت!"

ہر مومن کا دل چاہتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہو، آپ ﷺ کی قبر مبارک پر سلام پیش کرے؛ ایک لمحے کے لیے ہی سہی، اس ہستی کا قرب محسوس کر سکے جو ہمیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائی۔ ہر مومن یہ تڑپ رکھتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے قریب زندگی گزارے، ان کے قریب وفات پائے، اور انہی کے ساتھ اٹھایا جائے۔

مدینہ روشنی و نور کا شہر ہے: یہ نبی کریم ﷺ کا شہر ہے۔

3

مسجدِ نبوی ﷺ میں داخل ہونا

جب آپ پیارے نبی ﷺ کی مسجد کے قریب پہنچیں تو اپنے دل کو شکر گزاری، عاجزی اور رہبیت کے جذبات سے بھر جانے دیں۔ یہ وہ مقام ہے جسے اللہ نے اپنے رسول ﷺ اور بہترین جماعتوں کے لیے منتخب فرمایا۔ اس بابرکت مسجد میں داخل ہوتے وقت مسنون دعا پڑھیں اور دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کریں۔

> تم میں سے جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے۔
>
> - رسول اللہ ﷺ (بخاری)

بلند و بالا مینار آپ کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں؛ سنگِ مرمر کے فرش آپ کے قدموں کو ٹھنڈک بخشتے ہیں۔ ایک لمحے کے لیے ٹھہر جائیں۔ اپنے ذہن کو ۱۴۰۰ سال سے بھی زیادہ پیچھے لے جائیں، جب اسی جگہ ایک نہایت سادہ اور معمولی سی عمارت موجود تھی۔ نہ کوئی شان و شوکت، نہ کوئی آرائش ــــ بس مٹی کی دیواریں اور کھجور کی شاخوں کی چھت۔ لیکن اس جگہ کی عظمت کا مقابلہ دنیا کا کوئی محل یا یادگار نہیں کر سکتی۔ یہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی مسجد تھی۔ یہاں نبی کریم ﷺ نے اپنے محبوب صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی۔ وہ نماز میں کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوتے، اللہ کی اطاعت و بندگی کے لیے متحد۔ جب انکی پیشانیاں زمین پر لگتیں تو امیر و غریب، عرب و عجم میں کوئی فرق باقی نہ رہتا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں جبریلؑ بار بار تشریف لاتے، اور جہاں اللہ کی مسلسل حمد و ثنا کی جاتی تھی۔

یہ ایک کمانڈ سینٹر تھا، جہاں سے لشکر روانہ ہوتے، معاہدے طے پاتے، اور تاریخ کا نقشہ تبدیل ہوتا۔ یہ رحمت اور اپنائیت کی جگہ تھی۔ غریب اور بے گھر افراد یہاں پناہ پاتے، بیماروں کی تیمارداری کی جاتی، اور ضرورت مندوں کو کبھی خالی ہاتھ واپس نہ لوٹایا جاتا۔ بچے آزادی سے کھیلتے، خواتین کا خیر مقدم کیا جاتا، اور مردوں کو بھائی چارہ نصیب ہوتا۔ یہ عبادت، علم اور معاشرت کا مرکز تھا؛ ایک ایسی جگہ جہاں ہر کوئی سکون اور اپنائیت کا تعلق محسوس کرتا تھا۔

تصور کریں کہ نبی کریم ﷺ خطبے کے دوران رک کر اپنے نواسوں کو اٹھا لیتے ہیں۔ اس بدو کو یاد کریں جس نے مسجد میں پیشاب کر دیا، مگر اسے غصے کے بجائے نرمی سے آداب سکھائے گئے۔ تصور کریں کہ پیارے نبی ﷺ نماز باجماعت میں ایک بچے کے رونے کی آواز سنتے ہیں تو نماز کو مختصر کر دیتے ہیں، بجائے یہ کہ اسکی ماں کو گھر پر رہنے کا کہا جاتا۔

آپ ﷺ کی رحمت صرف انسانوں تک محدود نہ تھی، بلکہ پوری کائنات نے اسے محسوس کیا۔ اس کھجور کے تنے کا تصور کریں جو بلک بلک کر رو پڑا جب آپ ﷺ نے اس کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہونے کے بجائے منبر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس درخت کو نظر انداز نہ کیا؛ بلکہ نیچے اتر کر تشریف لائے اور اس تنے کو گلے لگا کر تسلی دی، جیسے ایک بچے کو دلاسہ دیا جاتا ہے۔

یہ مسجد باہمی محبت اور گفتگو کی جگہ بھی تھی۔ فجر کے بعد ہونے والی نشستوں کا تصور کریں جہاں آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کے خوابوں سے متعلق گفتگو فرماتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اشعار پڑھتے ہوئے اور زمانۂ جاہلیت کے دلچسپ واقعات سناتے ہوئے تصور کریں، جس سے نبی کریم ﷺ مسکرا دیتے تھے۔

پھر وہ دن آیا جب مسجد کا ماحول بدل گیا۔ نبی کریم ﷺ بیماری کی شدت سے اتنے کمزور ہو گئے کہ نماز کی امامت کے لیے کھڑے نہ ہو سکتے تھے، جب کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حسبِ معمول جمع ہو کر آپ ﷺ کی آمد کے منتظر تھے۔ آپ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم دیا، مگر مسجد آپ ﷺ کی عدم موجودگی سے اداس تھی۔

آخری دن، آپ ﷺ نے اپنے حجرے کا پردہ اٹھایا۔ تصور کریں صحابہ رضی اللہ عنہم کی کیفیت جب انہوں نے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھا ہوگا، جو ایسے نور سے جگمگا رہا تھا جس کا مقابلہ کوئی دنیاوی حسن نہیں کرسکتا، آپ ﷺ مسکرا رہے تھے اور صفوں میں کھڑے نمازیوں کو دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا کہ وہ نماز کی امامت جاری رکھیں اور پھر آہستگی سے پردہ گرا دیا۔ یہ وہ آخری موقع تھا جب وہاں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو زندہ دیکھا تھا۔

4

قبر مبارک کی زیارت: نبی کریم ﷺ کی رفاقت میں

جب آپ نبی کریم ﷺ کی قبرانور کی طرف بڑھیں تو یہ احساس دل میں تازہ رکھیں کہ آپ اُس ہستی کے سامنے کھڑے ہیں جسے اللہ تعالی نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ آپ اُس مبارک ہستی کے حضور حاضر ہیں جنہیں اس زمین کے ہر کونے تک ہدایت پہنچانے کے لیے منتخب کیا گیا — یہاں تک کہ وہ ہدایت زمان ومکان کی وسعتوں کو عبور کرتی ہوئی آپ تک پہنچ گئی۔

آپ اُس کے سامنے کھڑے ہیں جس نے اپنی زندگی، اپنا سکون، اپنا مال اور اپنی سلامتی سب کچھ قربان کر دیا، صرف اس لیے کہ آپ لا إلٰہ إلا اللّٰہ کے پیغام کو اپنے دل میں اتار سکیں۔

جب آپ وہاں کھڑے ہوں تو جان لیں کہ آپ کبھی بھی ان کی عظیم محنت اور قربانیوں کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ ان پر درود وسلام بھیجیں اور گواہی دیں کہ بے شک انہوں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور امانت کو پوری طرح ادا کیا یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا۔

وہ ہستی جس نے آپ کی خاطر ناقابلِ تصور تکالیف برداشت کیں

آپ اُس ہستی کے سامنے کھڑے ہیں جسے اذیتیں دی گئیں اور جس نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم — جیسے خباب رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ — کو جلتی ہوئی ریت پر گھسیٹتے ہوئے دیکھا، جبکہ وہ شدید تکلیف میں "اَحد، اَحد" کی صدائیں بلند کر رہے تھے۔ انہوں نے کفار کی سختیوں کا ثابت قدمی سے مقابلہ کیا۔ طائف میں بچوں نے ان پر پتھر برسائے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا جسم مبارک زخمی ہو گیا اور پاؤں سے خون بہنے

لگا۔ پھر بھی وہ مکہ واپس لوٹ کر اپنے ستانے والوں کے لیے ہدایت کی دعا کرتے رہے۔ جب انہیں یہ اختیار دیا گیا کہ ان لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان کچل دیا جائے، تو انہوں نے بدلے کے بجائے رحمت کو چنا۔ آپ اُس مبارک ہستی کے سامنے کھڑے ہیں جس نے کئی کئی دن بھوک اور سختی برداشت کی۔ انہوں نے لشکر ترتیب دیے اور میدانِ جنگ میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی قیادت کی، دشمن کے سب سے نزدیک کھڑے ہوئے اور کبھی پیچھے نہ ہٹے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھوک کی شدت کم کرنے کے لیے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا اٹھا کر دکھایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھ رکھے ہیں۔

وہ ہستی جو بندوں میں سب سے بہترین تھی

آپ اُن کے سامنے کھڑے ہیں جو طویل وقت عبادت میں اور اپنے رب سے راز و نیاز میں گزارتے تھے۔ وہ اس قدر روتے کہ زمین ان کے آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ حتیٰ کہ غزوۂ بدر کی رات بھی، جب صحابہ رضی اللہ عنہم آرام کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر صبح تک نماز پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ جب ایک مرتبہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ: ”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے ہیں؟“ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟“

آپ اُن کے سامنے کھڑے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبی بادشاہ یا نبی بندہ بننے کا اختیار دیا — اور انہوں نے بندگی کو چُنا۔ انہوں نے سادہ زندگی گزاری، اپنے گھر والوں کی خدمت کی، زمین پر بیٹھ کر کھانا کھایا، اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگاتے، اور کھجور کی چٹائی پر سوتے جس کے نشانات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر پڑ جاتے تھے۔ اپنی حیات مبارکہ کے ذریعے انہوں نے اپنی امت کو سکھایا کہ دنیا کے بجائے اللہ کے لیے جینا درحقیقت کیا ہوتا ہے۔

وہ ہستی جس کی محبت سب نے محسوس کی

آپ اُس کے سامنے کھڑے ہیں جس کی محبت اتنی گہری تھی کہ ارد گرد موجود ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ وہی ان کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ وہ سب سے زیادہ کس سے محبت کرتے ہیں، تو انہوں نے بلا جھجک فرمایا: "عائشہ رضی اللہ عنہا۔" ایک ایسے معاشرے میں جہاں مرد اپنی بیویوں سے محبت کا اظہار کرنے کو عیب سمجھتے تھے، انہوں نے جاہلیت کی رسموں کو توڑا اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھایا کہ اللہ کے لیے محبت کیسے کی جاتی ہے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے برسوں بعد بھی، جب وہ ان کا ہار دیکھتے تو رو پڑتے اور فرماتے: "مجھے ان کی محبت عطا فرمائی گئی تھی۔" وہ انسانیت کے عظیم ترین باپ تھے، حالانکہ خود انہوں نے بغیر باپ کے پرورش پائی تھی۔ جب ان کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر میں داخل ہوتیں تو وہ کھڑے ہو جاتے، ان کا ہاتھ پکڑتے، اسے بوسہ دیتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ جب ان کے نواسے نماز کے دوران اُن کی پشت پر چڑھ جاتے، تو وہ سجدہ طویل کر دیتے تاکہ بچے بے فکری سے کھیل سکیں۔ ایسے تھے رسول اللہ ﷺ۔

وہ ہستی جس کی رحمت کی کوئی حد نہ تھی

آپ اُن کے سامنے کھڑے ہیں جن کی رحمت صرف اپنے گھر والوں تک محدود نہ تھی۔ وہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی خبر گیری فرماتے تھے جنہیں کچھ دنوں سے نہ دیکھا ہو، بیماروں کی عیادت کے لیے ان کے گھروں میں تشریف لے جاتے، اور غمزدہ دلوں کو تسلی دیتے۔ جب ایک کمسن خادمہ نے ان سے مدینہ کی گلیوں میں اپنے ساتھ چلنے کو کہا، تو وہ خوشی سے اس کے ساتھ چلے گئے اور اس کی ضرورت پوری کی۔ انہوں نے ہر انسان کی قدر و اہمیت کو پہچانا۔ جب معاشرہ جلیبیب رضی اللہ عنہ کو ان کی غربت اور شکل و صورت کی وجہ سے نظر انداز کرتا تھا، تو نبی کریم ﷺ نے خود ان کی شادی کروائی اور فرمایا: "وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔" جب ایک بچے کا پرندہ مر گیا تو آپ ﷺ نے نرمی سے پوچھا: "اے عمیر! تمہارے نغیر کو کیا ہوا؟" ان کی تعلیم ہمیشہ محبت میں لپٹی ہوتی تھی۔ انہوں نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ ہر نماز کے بعد یہ دعا

پڑھنا نہ بھولو: اے اللہ! مجھے اپنی یاد، اپنا شکر ادا کرنے اور بہترین طریقے سے اپنی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرما۔"

وہ ہستی جس نے آپ کی پیدائش سے بھی پہلے آپ سے محبت کی

ان کی محبت صرف اپنے زمانے میں موجود لوگوں تک محدود نہیں تھی۔ انہوں نے آپ سے ملنے کے شوق کا اظہار ان الفاظ میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "کاش میں اپنے ان بھائیوں سے مل سکتا جو مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائے۔" آپ وہی ہیں جن سے ملنے کی انہیں آرزو تھی۔ آپ اُن کے سامنے کھڑے ہیں جنہوں نے راتوں کی تنہائی میں آپ کے لیے دعا کی، یہاں تک کہ ان کے پیر مبارک تکلیف سے سوج گئے۔ قیامت کے دن وہ اللہ کے حضور کھڑے ہو کر کہیں گے: "اُمَّتی، اُمَّتی!" وہ آپ کی شفاعت کریں گے جب کوئی اور ایسا نہیں کرے گا۔ آپ محمد ﷺ کے سامنے کھڑے ہیں — وہ ہستی جس نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تا کہ آپ کو سب کچھ مل جائے۔

باادب زائر بنیں

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے محسوس کیا کہ آپ کے صحابی ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ مجلس میں موجود نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "اے ابو عمرو! ثابت کا کیا حال ہے؟ کیا وہ بیمار ہیں؟" سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "وہ میرے پڑوسی ہیں، لیکن مجھے ان کی کسی بیماری کا علم نہیں۔" چنانچہ سعد رضی اللہ عنہ ثابت رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور کہا: "نبی کریم ﷺ نے آپ کی غیر حاضری کو محسوس کیا ہے۔" ثابت رضی اللہ عنہ نے افسردگی سے جواب دیا: "جب یہ آیت نازل ہوئی 'اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو...' (۴۹:۲)، تو میں نے سمجھا کہ یہ میرے بارے میں ہے۔ میری آواز آپ سب سے بلند ہے۔ یقیناً میں اہلِ جہنم میں سے ہوں!" سعد رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر نبی کریم ﷺ کو یہ بات بتائی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "نہیں، بلکہ وہ اہلِ جنت میں سے ہیں۔"

یہ تھا صحابہ رضی اللہ عنہم کا ادب؛ وہ اپنی آواز کی بلندی کے سبب بھی بے ادبی سے ڈرتے تھے۔ اس مقدس مقام میں اپنی آواز کو پست رکھیں۔ کسی مومن کو دھکا دے کر یا غصہ کر کے تکلیف نہ پہنچائیں۔ اپنا فون ایک طرف رکھ دیں۔ مکمل طور پر حاضر رہیں۔ باادب رہیں۔ سنت کی پیروی کریں اور عبادات میں بدعات سے بچیں، چاہے وہ کتنی ہی خوبصورت یا فائدہ مند نظر کیوں نہ آئیں۔

یہ جان لیں کہ نبی کریم ﷺ آپ کی حاضری اور زیارت سے باخبر ہیں۔ آپ کے سلام اور درود ان تک پہنچائے جاتے ہیں۔ اپنے دل میں ان کی عظمت کو تازہ رکھیں اور اپنے تصور میں ان کے مبارک وجود کو اس طرح دیکھیں گویا وہ آپ کے سامنے اپنی قبر میں آرام فرما ہیں۔ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ نے میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے، میری امت میں سے جو بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے، وہ اسے مجھ تک پہنچاتا ہے۔" یہ معاملہ ان لوگوں کے لیے ہے جو وہاں موجود نہیں، تو ان لوگوں کا کیا مقام ہوگا جو دور دراز علاقوں سے سفر کر کے، صحرا عبور کر کے، آپ ﷺ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے، اگرچہ وہ آپ ﷺ کا روشن چہرہ نہیں دیکھ سکتے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔" یہ صرف زبان سے درود بھیجنے کا اجر ہے، تو تصور کریں کہ جسم کے ساتھ حاضر ہو کر زیارت کرنے کا اجر کتنا عظیم ہوگا۔

پھر نبی کریم ﷺ کے منبر کی طرف جائیں اور تصور کریں کہ آپ ﷺ اس پر تشریف لا رہے ہیں، مہاجرین اور انصار آپ کے ارد گرد ہیں، اور آپ ﷺ انہیں اللہ کی اطاعت کی تلقین کر رہے ہیں۔ اللہ سے دعا کریں کہ وہ قیامت کے دن آپ کو نبی کریم ﷺ سے جدا نہ کرے۔

- امام غزالی رحمہ اللہ

5

قریب ترین ساتھی:
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

جب آپ رخ موڑ کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کو دیکھیں تو یہ سعادت و اعزاز محسوس کریں کہ آپ نبی کریم ﷺ کے سب سے قریبی و گہرے دوست کے سامنے کھڑے ہیں: وہ جن کی وفاداری کی کوئی حد نہ تھی، وہ جن کا نبی ﷺ پر ایمان کبھی متزلزل نہ ہوا۔ جب قریش نے تمسخر کرتے ہوئے ان سے پوچھا تھا: "کیا تم نے سنا کہ تمہارے دوست کہتے ہیں کہ انہیں راتوں رات بیت المقدس لے جایا گیا؟" ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سادہ انداز میں پوچھا: "کیا انہوں نے واقعی یہ فرمایا ہے؟" جب قریش نے تصدیق کی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: "اگر انہوں نے ایسا کہا ہے تو یہ سچ ہے۔" قریش نے مزید کہا: "کیا تم یقین کرتے ہو کہ وہ رات کو بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے واپس آ گئے؟" ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "ہاں اور جان لو کہ میں اس سے بھی بڑھ کر حیرت انگیز بات پر ایمان رکھتا ہوں: کہ ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے۔"

ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی نہیں تھے، مگر عام انسانوں جیسے بھی نہیں تھے۔ ان کا مقام انبیاء کے بعد باقی تمام انسانوں سے بلند تھا۔ کسی رسول کو ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسا ساتھی نصیب نہیں ہوا۔ وہ ایمان لائے — اور ان کا ایمان بے مثال تھا؛ انہوں نے نبی کریم ﷺ کا دفاع کیا — اور ثابت قدمی سے دفاع جاری رکھا۔ انہوں نے غلام آزاد کیے، لشکروں کو تیار کیا، اور جہاد کے لیے وسائل فراہم کیے۔ ان کی سخاوت کا اور کوئی شخص مقابلہ نہ کر سکا۔ ایک بار عمر رضی اللہ عنہ، ان سے سبقت لے جانے کے شوق میں، اپنا آدھا مال اللہ کی راہ میں دینے کے لیے لے آئے، مگر جب ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے تو معلوم ہوا کہ وہ تو اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے لے آئے ہیں، اور اپنے گھر والوں کے لیے سوائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اور کچھ نہیں چھوڑا ہے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ نیکی کے کاموں میں ہمیشہ سب سے آگے ہوتے تھے۔ ایک صبح نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ آج کس نے روزہ رکھا، کس نے جنازے میں شرکت کی، کس نے مسکین کو کھانا کھلایا، اور کس نے بیمار کی عیادت کی؟ ہر سوال پر ایک ہی شخص کی آواز آئی: ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "یہ تمام اعمال جس شخص میں جمع ہو جائیں، وہ جنت میں داخل ہوگا۔" یہی تھے ابو بکر رضی اللہ عنہ — ہمیشہ آگے رہنے والے، ہمیشہ سبقت لیے جانے والے، ہمیشہ بہترین بننے کی کوشش کرنے والے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ انتہائی نرم دل تھے اور قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے رونے لگتے تھے۔ انہوں نے عدل کے ساتھ حکومت کی، بہادری کے ساتھ جنگ کی، اور اخلاص و تقویٰ کے ساتھ لوگوں کی خدمت کی۔ جہاں حق کا تقاضا ہوتا وہاں مضبوطی کے ساتھ حق کے لیے کھڑے ہوتے، اور جہاں نرمی کی ضرورت ہوتی وہاں انتہائی نرم دلی کا مظاہرہ کرتے۔ مکمل اطاعت اور سرِ تسلیم خم کرنا ان کی سب سے نمایاں صفت تھی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ وہ واحد صحابی ہیں جنہوں نے کبھی بھی کسی معاملے میں نبی کریم ﷺ سے اختلاف نہیں کیا۔ نہ کبھی آپ ﷺ کے کسی بھی فیصلے پر سوال کیا، نہ مزاحمت کی، اور نہ کبھی بحث کی۔ جہاں نبی کریم ﷺ گئے، وہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلے؛ جہاں نبی کریم ﷺ نے رہنمائی کی، انہوں نے اطاعت کی۔ ان کا دل حق کے راستے کے ساتھ مکمل طور پر ہم آہنگ تھا۔ یہی تھے الصدیق رضی اللہ عنہ: ایک ایسی شخصیت جو ایمان کے اعلیٰ ترین درجے اور غیر متزلزل صداقت کا مظہر تھی۔

6

عدل کا روشن مینار:
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

"اے اللہ! اسلام کو ان دو میں سے کسی ایک کے ذریعے قوت عطا فرما جو تجھے زیادہ محبوب ہو: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یا عمرو بن ہشام!"

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا، اور آج آپ ان کے سامنے کھڑے ہیں۔

جس لمحے انہوں نے اسلام قبول کیا، اسی لمحے سے انہوں نے اپنے ایمان کو چھپانے سے انکار کر دیا۔ جب دوسرے لوگ اپنے ایمان کو مخفی رکھ رہے تھے، عمر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اپنے چچا—اسلام کے سخت ترین دشمن، ابوجہل—کے پاس گئے اور اس کے دروازے پر کھڑے ہو کر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ جب دروازہ ان کے منہ پر بند کر دیا گیا، تو وہ اس شخص کے پاس گئے جو مکہ میں سب سے تیزی سے خبریں پھیلاتا تھا، اور اس کے سامنے اپنے قبولِ اسلام کا اعلان کر دیا۔

جب عمر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی، تو وہ رات کی تاریکی میں چھپ کر نہیں نکلے۔ انہوں نے اپنی تلوار باندھی، کمان کندھے پر ڈالی، کعبہ کا طواف کیا، اور پھر قریش کے سرداروں کو للکار کر کہا: "جو چاہتا ہے کہ اس کی ماں اسے کھو دے، اس کا بچہ یتیم ہو جائے، یا اس کی بیوی بیوہ ہو جائے، وہ اس وادی کے پار میرا پیچھا کرے، کیونکہ میں ہجرت کر رہا ہوں!" کوئی بھی ان کے پیچھے جانے کی جرات نہ کر سکا۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ 'الفاروق' تھے—وہ حق اور باطل میں واضح فرق کر دیتے تھے۔ ان کی سختی مشہور تھی، مگر ہمیشہ انصاف اور عدل قائم کرنے کے لیے۔

جب حاطب کے نوجوان غلاموں کو ایک اونٹ چرانے کے جرم میں ان کے سامنے لایا گیا، تو انہوں

نے ان کے چہروں کو غور سے دیکھا— جو کہ کمزور اور لاغر تھے— عمر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ بھوک نے انہیں اس جرم پر مجبور کیا ہے۔ وہ ان کے مالک کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "تم ہی ہو جو انہیں بھوکا رکھتے ہو! سزا تم پر ہے!" یہی تھا ان کا انصاف: مسئلے کی جڑ کو حل کرنا، نہ کہ صرف اس کے ظاہری سبب کے لیے سزا دینا۔

ان کی بے مثال قوت کے پیچھے غیر معمولی نرمی اور عاجزی بھی موجود تھی۔ ایک رات، جب وہ ایک قافلے کی نگرانی کر رہے تھے تو انہوں نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی۔ آواز کے تعاقب میں ایک عورت کو پایا جو اپنے بچے کو وقت سے پہلے دودھ چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی، کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ کی پالیسی کے تحت وظیفہ صرف ان بچوں کو دیا جاتا تھا جو دودھ چھوڑ چکے ہوں۔ جب انہیں احساس ہوا کہ ان کا یہ حکم اس قدر تکلیف کا سبب بن رہا ہے، تو وہ رو پڑے۔ فجر کے وقت لوگ ان کی تلاوت بمشکل سن سکے، کیونکہ وہ زار و قطار رو رہے تھے۔ وہ پکار اٹھے: "افسوس ہے عمر پر! وہ کتنے مسلمانوں کے بچوں کی ہلاکت کا سبب بن گیا!" اور پھر انہوں نے فوراً اپنی پالیسی تبدیل کر دی۔

یہ تھے عمر رضی اللہ عنہ — وہ جنہوں نے روم کو شکست دی اور فارس کو زیر کیا۔ ایک مرتبہ وہ جمعہ کی نماز میں تاخیر سے آئے، ایک ایسی چادر پہنے ہوئے جس پر اکیس پیوند لگے تھے، اور فرمایا: "مجھے میری یہی قمیص روک رہی تھی، میں اس کے خشک ہونے کا انتظار کر رہا تھا، کیونکہ میرے پاس اس کے علاوہ کوئی قمیص نہیں۔" جب ان کے گورنر نے آذربائیجان سے ان کے لیے مٹھائی بھیجی، تو انہوں نے پوچھا: "کیا تمام لوگ یہ کھاتے ہیں؟" جب بتایا گیا کہ یہ امیروں کے لیے ہے، تو انہوں نے حکم دیا کہ: "اپنا تحفہ واپس لے جاؤ اور اپنے بھیجنے والے سے کہو: عمر رضی اللہ عنہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اس وقت تک پیٹ بھر کر نہ کھاؤ جب تک ہر مسلمان کو کھلا کر سیر نہ کر دیا جائے!"

جب نہاوند کی فتح کی خبر پہنچی، تو قاصد نے ان شہداء کے نام گنوائے جنہیں عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے، پھر کہا: "اور کچھ اور لوگ بھی تھے، عام لوگوں میں سے، جنہیں امیر المؤمنین نہیں جانتے۔" عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا: "انہیں کیا نقصان کہ عمر انہیں نہیں جانتا؟ بے شک اللہ انہیں جانتا ہے!"

یہی عاجزی ان کے بیت المقدس میں داخل ہوتے وقت بھی ظاہر ہوئی، جب عیسائی پادری نے شرط رکھی تھی کہ شہر صرف خلیفہ کے حوالے کیا جائے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ مدینہ سے اپنے ایک خادم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ایک ہی اونٹ کو باری باری استعمال کرتے ہوئے، تپتے صحرا کو عبور کرنے کے بعد جب وہ دونوں بیت المقدس کے قریب پہنچے، تو سواری پر بیٹھنے کی باری خادم کی تھی، اور مسلم جرنیل گھبرا کر آگے بڑھے: "اے امیر المؤمنین! آپ رومیوں کے سامنے داخل ہونے والے ہیں، اور آپ پیدل ہیں جبکہ آپ کا خادم سواری پر بیٹھا ہے!" عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "ہم وہ قوم ہیں جسے اللہ نے اسلام کے ذریعے عزت دی ہے۔ اگر ہم اس کے علاوہ کسی چیز میں عزت تلاش کریں گے تو اللہ ہمیں ذلیل کر دے گا۔" اور یوں وہ شہر میں فاتح کی حیثیت سے پیدل داخل ہوئے۔

ایک موقع پر کسی نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "آپ کون ہیں؟"

انہوں نے جواب دیا: "عمر بن خطاب"

سوال کیا گیا: "عمر؟ وہی جس نے رومیوں کو کچل ڈالا، وہی بہادر سردار جس نے کئی سلطنتوں کو ریزہ ریزہ کر ڈالا؟"

عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "نہیں۔ بلکہ 'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی عمر' کوئی بھی تعارف میرے لیے اس تعارف سے بڑھ کر محبوب نہیں ہے۔"

آپ عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑے ہیں؛ وہ انسان جس سے شیطان ڈرتا تھا، وہ شخص جو ان یتیموں کے لیے روتا تھا جنہیں وہ جانتا بھی نہیں تھا، وہ شخص جو اسلامی سلطنت کا حکمران ہونے کے باوجود انتہائی غربت وسادگی کی زندگی گزارتا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ زندگی میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے، اور وفات کے بعد بھی وہ اپنے محبوب دوستوں کے برابر مدفون ہیں۔

7

رسول اللہ ﷺ کی محبوب زوجہ کا گھر: عائشہ بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا

جب عمر رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں تھے، تو انہوں نے اپنے بیٹے کو بھیجا کہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت طلب کریں کہ انہیں ان کے گھر میں، نبی کریم ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں یہ جگہ اپنے لیے رکھنا چاہتی تھی، لیکن آج میں اپنے اوپر عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں۔" یہ ان کا بے مثال ایثار تھا: اس ہستی کے قریب اپنی جگہ چھوڑ دینا جس سے وہ سب سے زیادہ محبت کرتی تھیں۔

یہی وہ گھر تھا جہاں عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی محبت اور شفقت کو قریب سے محسوس کیا۔ ایک بار کچھ حبشی لوگ مسجد میں کھیل کا مظاہرہ کر رہے تھے، تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: "کیا تم کھیل دیکھنا چاہتی ہو؟" وہ آپ ﷺ کے پیچھے کھڑی ہوگئیں، آپ ﷺ دروازے پر کھڑے تھے، اپنی چادر سے انہیں ڈھانپے ہوئے، اور ان کا گال آپ ﷺ کے گال مبارک سے لگا ہوا تھا۔ آپ ﷺ اس وقت تک کھڑے رہے جب تک وہ خود نہ ہٹ گئیں۔ یہی تھی آپ ﷺ کی محبت: تحمل والی، خوش مزاج اور نہایت نرم۔

اگرچہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس زمین پر چلنے والی سب سے عظیم شخصیت کی زوجہ تھیں، مگر وہ بھی ایک انسان تھیں۔ ایک دن جب نبی کریم ﷺ ان کے گھر میں تھے، تو آپ ﷺ کی دوسری کسی زوجہ نے کھانے کا برتن بھیجا۔ غیرت کے جذبے میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے ایسی ضرب لگائی کہ وہ برتن ٹوٹ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے سکون سے اس کے ٹکڑے جمع کیے اور برتن لانے والے خادم سے فرمایا: "تمہاری ماں کو غیرت آ گئی ہے۔" رسول اللہ ﷺ نے نہ ہی انہیں ڈانٹا اور نہ ہی شرمندہ کیا۔

یہی وہ گھر تھا جہاں آسمانوں سے براہِ راست وحی نازل ہوئی تھی اور جہاں عائشہ رضی اللہ عنہا کا اللہ تعالیٰ پر ایمان مزید مضبوط ہوا۔ جب منافقین نے ان کی عزت وعصمت پر جھوٹے الزامات لگائے، تو وہ اس قدر روئیں کہ آنسو ختم ہو گئے۔ پھر جب ان کی براءت میں قرآن کی آیات نازل ہوئیں اور ان کی والدہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کا شکریہ ادا کریں، تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے مضبوط ایمان کے ساتھ جواب دیا: ”اللہ کی قسم! میں اللہ کے سوا کسی کی حمد نہیں کرتی۔“ وہ جانتی تھیں کہ ان کو عزت عطا فرمانے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ ان کا اللہ پر پختہ ایمان ہی انہیں اس سخت آزمائش سے نکال کر لایا تھا اور اسی لیے انہوں نے شکر گزاری وحمد کے لیے بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع فرمایا تھا۔

یہی وہ گھر تھا جہاں عائشہ رضی اللہ عنہا ایک عظیم عالمہ بن گئیں۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد، ان کا گھر علم کا مرکز بن گیا، جہاں اگلی نسل کے بڑے اور جید علماء نے تعلیم حاصل کی۔ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا، تو وہ ان کے دروازے پر آتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دو ہزار سے زائد احادیث روایت کیں، مسائل کی وضاحت کی، اور اسلام کی عظیم فقیہات میں شمار ہوئیں۔

یہی وہ گھر تھا جہاں اسلام کی تاریخ کا سب سے زیادہ تکلیف دہ لمحہ پیش آیا۔ یہاں نبی کریم ﷺ اپنی آخری بیماری کے باعث آرام فرما رہے تھے، ان کی آواز مدھم ہو رہی تھی، اور وہ بار بار فرما رہے تھے: ”الرفیق الأعلی... سب سے بلند رفیق۔“ یہیں عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں آپ ﷺ کی روحِ مبارک اپنے رب سے جا ملی۔ اللہ نے انہیں وہ مقام عطا فرمایا جو کسی اور کو نصیب نہ ہوا: وہ آخری ہستی تھیں جنہیں نبی کریم ﷺ نے دیکھا، وہ جنہوں نے آپ ﷺ کو اپنے ہاتھوں میں تھاما، اور جن کے بازؤں میں رحمت للعالمین اپنے رب کی طرف لوٹ گئے۔

میں نے رسول اللہ ﷺ
سے زیادہ حسین کسی کو نہیں
دیکھا۔ ایسا لگتا تھا گویا سورج
آپ ﷺ کے چہرے سے طلوع
ہو رہا ہے۔

- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (ترمذی)

گھنے سیاہ لہردار بال۔
درمیانے قد سے کچھ بلند۔
متناسب جسم۔
چوڑے کندھے۔
مضبوط ہاتھ اور پاؤں۔
لمبی اور متناسب انگلیاں۔
ہلکا سا گول چہرہ۔
بڑی آنکھیں جن کی سیاہی گہری تھی۔
لمبی پلکیں۔
گھنی اور مکمل داڑھی۔
کامل اندازِ قامت۔
نرم اور خوشبودار جلد۔
روشن چہرہ۔
دلکش مسکراہٹ۔
باوقار۔

صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

8

روضہ: جنت کا ایک حصہ

جب آپ روضہ مبارک (نبی کریم ﷺ کے منبر اور گھر کے درمیان کی جگہ) میں بیٹھیں، تو اپنی آنکھیں بند کرلیں اور تصور کریں کہ رسول اللہ ﷺ آپ کے سامنے اپنے منبر پر تشریف لا رہے ہیں۔ وہ آپ کو براہِ راست دیکھتے ہیں۔ وہ اپنی مبارک مسکراہٹ کے ساتھ مسکراتے ہیں، ایک ایسی مسکراہٹ جو کمرے کو روشن کردیتی ہے اور دل کو راحت دیتی ہے: وہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہیں۔

پھر وہ گفتگو شروع کرتے ہیں، اور پہلی بار آپ ان کے مبارک لبوں سے یہ الفاظ سنتے ہیں:

> میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔
>
> - رسول اللہ ﷺ (بخاری)

اس کیفیت کو محسوس کریں کہ آپ یہ حدیث اسی جگہ پہلی بار سن رہے ہیں۔ اس مقام اور اس لمحے کی عظمت کو محسوس کرتے ہوئے اپنی بہترین نمازیں ادا کرنے اور خلوص دل سے دعائیں مانگنے کی کوشش کریں۔ اس لمحے کو اپنی زندگی کا ایک نیا موڑ بنالیں؛ نبی کریم ﷺ کی طرح اس دین کے لیے قربانی دینے کا فیصلہ کریں، ان کی تعلیمات و پیغام اور مشن کو آگے بڑھانے کے لیے، تاکہ قیامت کے دن جب وہ آپ سے ملیں تو آپ کو پہچان لیں۔

اپنی زندگی اس طرح گزاریں کہ نبی کریم ﷺ آپ پر فخر کریں، اور ایک دن آپ کو بھی وہی روشن مسکراہٹ عطا کریں جو انہوں نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو عطا فرمائی۔

9

البقیع کی زیارت

مومنوں میں کچھ ایسے مرد ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو سچ کر دکھایا۔ ان میں سے کچھ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا (اپنی جانوں کے ساتھ)، اور کچھ انتظار میں ہیں (اپنی باری کے)۔ اور انہوں نے اپنے عہد میں ذرا بھی تبدیلی نہیں کی۔

(۳۳:۲۳)

آپ ایک ایسی چھوٹی سی زمین کے ٹکڑے کے سامنے کھڑے ہیں جو اخلاص، پاکیزگی، قربانی اور وفاداری کے عظیم ترین خزانوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ یہاں وہ مرد و خواتین آرام فرما ہیں جنھوں نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی، جنھوں نے اپنے وطن کے آرام پر ایمان کی خاطر ہجرت اور جدائی کو چنا۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی قربت کو اپنے پیاروں کی صحبت پر ترجیح دی، اور کبھی بھی آپ ﷺ سے جدا ہونے کی خواہش نہیں کی۔ یہی ہے بقیع الغرقد: وہ قبرستان جسے اللہ کے حکم سے منتخب کیا گیا۔

جب نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دفن کرنے کے لیے جگہ تلاش کی، تو آپ ﷺ مدینہ کے اطراف میں چلتے رہے یہاں تک کہ اس مخصوص جگہ پر پہنچے اور فرمایا: "مجھے اس جگہ (کے انتخاب) کا حکم دیا گیا ہے۔" یہاں دفن ہونے والے پہلے شخص عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے سرہانے ایک پتھر رکھا اور فرمایا: "یہ ہماری نشانی ہے۔" اس دن کے بعد جب بھی کوئی وفات پاتا، لوگ پوچھتے: "اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم اسے کہاں دفن کریں؟" اور آپ ﷺ فرماتے: "ہماری نشانی کے پاس" — عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے قریب۔

نبی کریم ﷺ اکثر یہاں تشریف لاتے تھے، خاص طور پر رات کے آخری پہر میں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار دیکھا کہ آپ ﷺ خاموشی سے کہیں جا رہے ہیں۔ آپ ﷺ البقیع جاتے، قبروں کے درمیان کھڑے ہوتے، اور ان سے اس طرح مخاطب ہوتے جیسے زندہ لوگوں سے مخاطب ہوا جاتا ہے: "اے ایمان رکھنے والی قوم کے گھرانے! تم پر اللہ کی سلامتی ہو، کل کے بارے میں تم سے جس کا وعدہ کیا جاتا تھا، وہ تم تک پہنچ گیا۔ اور ہم بھی، اگر اللہ نے چاہا تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! بقیع غرقد والوں کو بخش دے۔"

تصور کریں کہ آپ ﷺ رات کی خاموشی میں یہاں کھڑے ہیں، ان لوگوں کے لیے دعا کر رہے ہیں جو پہلے جا چکے ہیں۔ کتنی بڑی سعادت ہے ان کے لیے جو یہاں مدفون ہیں: کہ نبی کریم ﷺ ان کی زیارت کریں، انہیں یاد کریں، اور ان کے لیے دعا کریں۔ یہاں امہات المؤمنین آرام فرما ہیں۔ یہاں آپ ﷺ کی بیٹیاں مدفون ہیں۔ یہاں آپ ﷺ کے شیر خوار بیٹے ابراہیم بھی آرام فرما ہیں۔ یہاں وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جو ہر آزمائش میں آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے رہے، آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی، آپ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا، آپ ﷺ کے ساتھ روئے اور خوشی میں شریک ہوئے۔

جب آپ البقیع میں کھڑے ہوں، تو یہاں مدفون لوگوں کے لیے دعا کریں۔ انہیں سلام پیش کریں۔ اور یہ یاد رکھیں کہ آپ سے بھی وہی وعدہ کیا گیا ہے جو ان سے کیا گیا تھا: کہ موت یقینی ہے، اور ہم سب اسی منزل کی طرف جا رہے ہیں۔

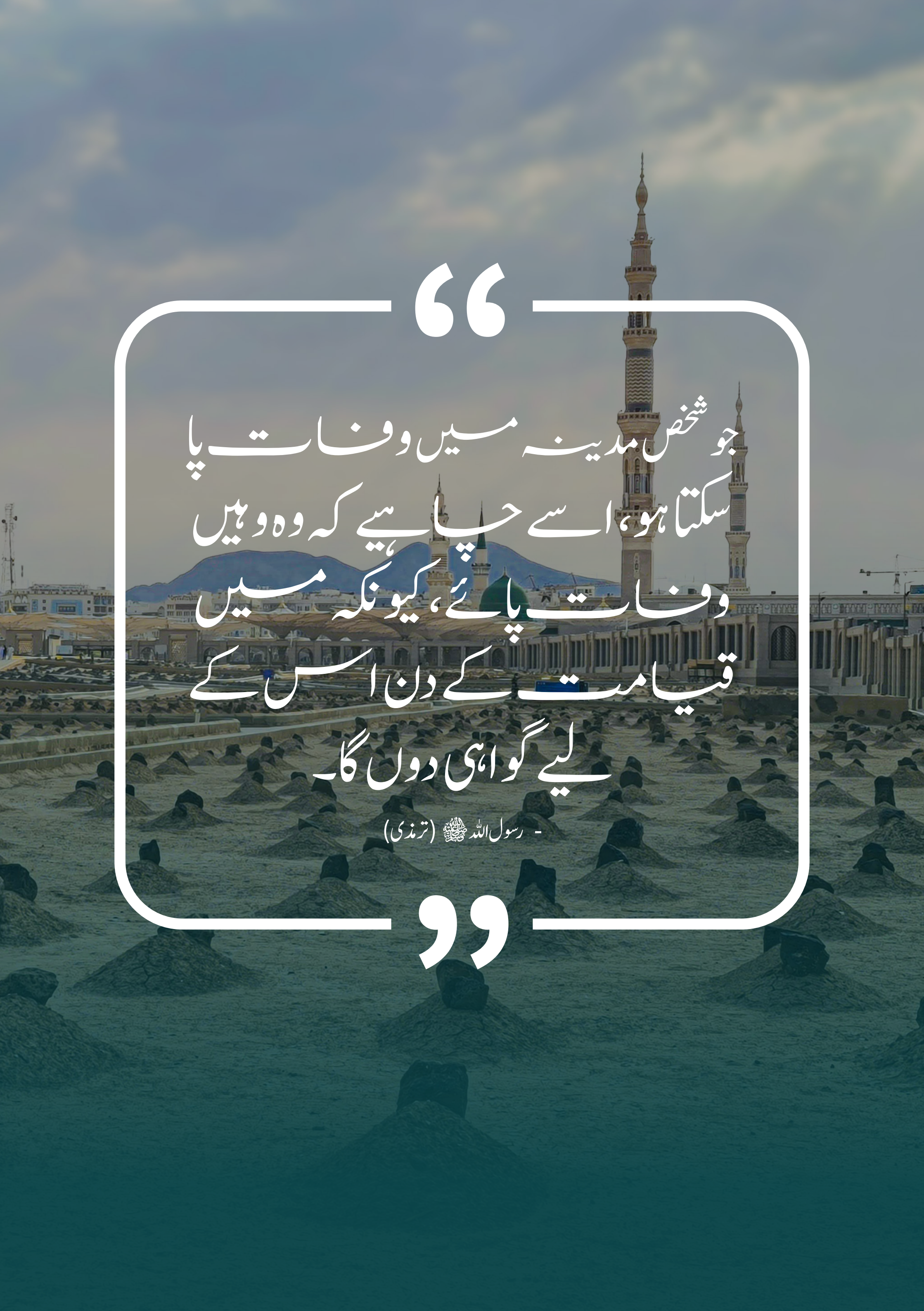
“
جو شخص مدینہ میں وفات پا
سکتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ وہیں
وفات پائے، کیونکہ میں
قیامت کے دن اس کے
لیے گواہی دوں گا۔
- رسول اللہ ﷺ (ترمذی)
”

10

مدینہ کی گلیاں

جب آپ مدینہ کی گلیوں میں چلیں تو اپنے دل میں شکر گزاری اور سعادت کے جذبات محسوس کریں۔ آپ اسی آسمان کے نیچے کھڑے ہیں جس کی طرف نبی کریم ﷺ نے دیکھا، اسی زمین پر چل رہے ہیں جس نے آپ ﷺ کے مبارک قدموں کو محسوس کیا۔ جو ٹھنڈی ہوا آپ محسوس کرتے ہیں، وہی ہوا کبھی آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کو چھو کر گزری تھی۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”میں نے نبی کریم ﷺ کو ایک صاف رات میں دیکھا، آپ ﷺ سرخ چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ میں کبھی انہیں دیکھتا اور کبھی چاند کو، اور وہ چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔“ اس رات کا تصور کریں: پورا چاند تمام روشنی کے ساتھ چمک رہا ہے، مگر آپ ﷺ کا چہرہ اس سے بھی زیادہ روشن ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم قیامت کے دن اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جیسے تم اس پورے چاند کو دیکھتے ہو۔“ لہٰذا جب آپ چاند کو دیکھیں، تو یاد رکھیں کہ اللہ کا دیدار اس سے کہیں زیادہ واضح، عظیم اور تصور سے بالاتر ہوگا۔

جب آپ مدینہ کی گلیوں میں چلیں، تو تصور کریں کہ ایک چھوٹی بچی نبی کریم ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر تنگ گلیوں میں لے جا رہی ہے۔ آپ ﷺ نے نہ اپنا ہاتھ چھڑایا اور نہ ہی یہ کہا کہ وہ مصروف ہیں۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ وہ انہیں اپنی مرضی کی جگہ لے گئی۔

مدینہ کے بازاروں میں چلتے ہوئے، زاہر رضی اللہ عنہ نامی ایک بدو صحابی کا واقعہ یاد کریں۔ وہ بظاہر خوبصورت نہ تھے اور معاشرتی لحاظ سے کم درجہ سمجھے جاتے تھے۔ ایک دن وہ لوگوں کے درمیان کھڑے تھے کہ اچانک نبی کریم ﷺ نے پیچھے سے انہیں پکڑ لیا۔ جب زاہر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ یہ نبی کریم ﷺ ہیں، تو وہ

آپ ﷺ کے سینے سے لگ گئے، آپ ﷺ کی برکت حاصل کرنے کے لیے۔ نبی کریم ﷺ مزاحاً فرمانے لگے: "کون اس غلام کو مجھ سے خریدے گا؟" زاہر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ان کی کوئی خاص قیمت نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لیکن اللہ کے نزدیک تم بہت قیمتی ہو!"

جب مسجدِ نبوی سے اذان کی آواز بلند ہو: "اللہ اکبر، اللہ اکبر"، تو آنکھیں بند کر کے سنیں۔ تصور کریں کہ بلال رضی اللہ عنہ مسجد کی چھت پر کھڑے ہیں، ان کی آواز مدینہ میں گونج رہی ہے، اور نبی کریم ﷺ موجود ہیں۔ اس پر اثر، خوبصورت اذان کو سنیں جو لوگوں کو نماز کی طرف بلاتی ہے، کامیابی کی طرف دعوت دیتی ہے، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہونے کے لیے جمع کرتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد بلال رضی اللہ عنہ کے دل کا حال تصور کریں جب انہوں نے دوبارہ اذان دینے کی کوشش کی۔ "أشهد أن محمدًا رسول الله" کے الفاظ تک پہنچنے پر ان کی آواز ٹوٹ گئی۔ آنسوؤں نے انہیں گھیر لیا، اور وہ آگے نہ بڑھ سکے۔ وہ اس ہستی کی رسالت کی گواہی کیسے دیتے جو اب ان کے سامنے موجود نہ تھی؟ ہر بار جب وہ یہ کلمات دہراتے، ان کی آنکھیں بھر آتیں۔

مدینہ ان کے لیے بہت بھاری ہو گیا تھا؛ ہر گلی انہیں اپنے محبوب کی یاد دلاتی تھی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اجازت سے، بلال رضی اللہ عنہ شام چلے گئے۔ کئی سال گزر گئے۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس فتح کیا، تو صحابہ رضی اللہ عنہم بلال رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہوئے اور عرض کیا: "اے بلال رضی اللہ عنہ! ہمارے لیے ایک بار پھر اذان دے دیں۔"

"اللہ اکبر، اللہ اکبر ..."

جیسے ہی ان کی آواز بلند ہوئی، ہر صحابی رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگا۔ وہ اب بیت المقدس میں نہ تھے — اس لمحے نے ان سب کو مدینہ پہنچا دیا تھا، ان مبارک دنوں میں، جب بلال رضی اللہ عنہ کی آواز فضا میں گونجتی تھی اور نبی کریم ﷺ نماز میں ان کی امامت کرواتے تھے۔

11

انصار: ایمان اور ایثار والے لوگ

نبی کریم ﷺ کو مکہ میں شدید تکلیف پہنچائی جا رہی تھی۔ آپ ﷺ کی اپنی ہی قوم، قریش، نے آپ ﷺ کو جھٹلایا، آپ ﷺ کا مذاق اڑایا اور ان پر ظلم وستم کر کے آپ ﷺ کو ان کے اپنے ہی گھر سے نکال دیا۔ اسی سخت آزمائش کے دوران اللہ تعالیٰ نے اپنی بے پایاں رحمت سے نبی کریم ﷺ کے لیے امید کی ایک کرن بھیجی: چند نوجوانوں کی ایک جماعت۔

یہ نوجوان شہر یثرب سے آئے تھے، جس کا نام بعد میں مدینہ رکھا گیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عظیم پیغام کو سن کر اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاتھ پر اپنی جانوں کی بیعت کی۔ جب آپ ﷺ کی اپنی قوم نے آپ ﷺ کو چھوڑ دیا، تو یہ نوجوان آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ انہوں نے مکہ کے مسلمانوں کو، جو برسوں سے قریش کے ظلم وستم سہتے ہوئے تھک چکے تھے، اپنے پاس پناہ اور تحفظ دیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے گھروں میں ایسے جگہ دی جیسے وہ ان کے اپنے لوگ ہوں۔

یہ وہ لوگ تھے جو بہادر جنگجو بھی تھے، صالح عبادت گزار بھی، اللہ کا تقوی رکھنے والے بھی، ایثار کرنے والے بھی اور سخاوت کرنے والے بھی۔ یہی تھے انصار۔

انصار نے نبی کریم ﷺ کے لیے اپنی جانوں کی قربانیوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ غزوۂ بدر سے پہلے ان کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے کہا: "اگر آپ ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیتے تو ہم اس حکم کی اطاعت کرتے، اور اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم اپنے گھوڑوں کو برک الغماد تک لے جائیں تو ہم اس حکم کی بھی اطاعت کریں گے!۔"

سخت آزمائش کے لمحات میں بھی انصار نبی کریم ﷺ کے ساتھ کھڑے رہے۔ غزوۂ احد میں جب دشمن

مسلمانوں پر غالب آ رہا تھا، سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو ستر زخم لگے، مگر پھر بھی انہوں نے انصار کو خبردار کیا کہ اگر رسول اللہ ﷺ شہید ہو جائیں جب کہ ان میں سے ایک شخص بھی زندہ ہو تو انصار اللہ کے حضور کوئی عذر پیش نہیں کر سکیں گے۔

انصار بھی انسان تھے، مگر وہ بہترین لوگوں میں سے تھے۔ بعد میں غزوۂ حنین کے موقع پر جب مالِ غنیمت تقسیم ہوا تو نبی کریم ﷺ نے انصار کو کچھ نہ دیا، جس پر انصار کے کچھ لوگوں کو رنج ہوا۔ آپ ﷺ نے انہیں جمع کر کے فرمایا: "کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس جاؤ؟" پھر فرمایا: "اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں خود بھی انصار میں سے ہوتا۔ اے اللہ! انصار پر رحم فرما، ان کے بچوں پر رحم فرما، اور ان کی آنے والی نسلوں پر رحم فرما۔"

انصار کی خواتین بھی بے مثال تھیں۔ ان میں سے دو خواتین نے پہلی بیعتِ عقبہ کے موقع پر دشوار گزار سفر طے کر کے مردوں کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ انصار کی خواتین علمِ دین سے محبت اور دین کی سمجھ حاصل کرنے میں اپنی مثال آپ تھیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "انصار کی عورتیں کتنی بہترین ہیں! ان کی حیا انہیں دین سیکھنے سے نہیں روکتی۔"

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری دنوں میں انصار آپ ﷺ سے ملاقات کی تڑپ میں رو رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ شدید بیماری کے باوجود مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہوئے — یہ آخری موقع تھا جب آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ کی آواز مسجد میں گونج رہی تھی جب آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تمہیں انصار کا خیال رکھنے کے بارے میں وصیت کرتا ہوں، کیونکہ وہ میرے قریبی ساتھی ہیں اور میرے رازوں کے امین ہیں۔"

یہ نبی کریم ﷺ کا انصار سے محبت کا عالم تھا۔

اگر نبی کریم ﷺ آج ہمارے درمیان ہوتے تو کیا ہمارے اعمال اس محبت کے قابل ہوتے؟

جو شخص اپنے گھر میں وضو کرے، پھر مسجد قُبا آئے اور اس میں نماز پڑھے، اسے عمرہ کے برابر ثواب ملے گا۔

- رسول اللہ ﷺ (ابن ماجہ)

12

مسجد قبا

جب آپ مسجد قبا کی زیارت کریں تو یاد رکھیں کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے دوران مدینہ پہنچنے سے پہلے آخری قیام فرمایا تھا۔یہیں آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے پہلی اینٹ رکھی جو اسلام کی پہلی مسجد کی بنیاد بنی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اس میں حصہ لیا،اور پھر انصار نے ایک ساتھ مل کر اسے مکمل تعمیر کیا۔

مسجد قبا نہ تو کسی شان و شوکت کے اظہار کے لیے تھی اور نہ ہی کسی دکھاوے کے لیے—یہ مسجد تقویٰ پر قائم کی گئی تھی۔ یہ وہ جگہ بھی تھی جہاں ہجرت کے بعد پہلا مہاجر بچہ پیدا ہوا۔ اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا نے حاملہ ہونے کے باوجود ہجرت کا سفر جاری رکھا۔ قبا پہنچ کر انہوں نے عبداللہ کو جنم دیا۔مسلمانوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی،انہوں نے اللہ کی حمد میں"اللہ اکبر"اور"لا إله إلا الله"کے کلمات کی صدائیں بلند کیں۔

نبی کریم ﷺ اپنے ان معزز میزبانوں کو کبھی نہیں بھولے۔ آپ ﷺ ہر ہفتے، کبھی سواری پر اور کبھی پیدل، مسجد قبا تشریف لاتے،وہاں کے لوگوں کی ضروریات پوری فرماتے اور نماز ادا کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مسجد قبا میں نماز عمرہ کے برابر ہے۔"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس عمل کو تمام شوق و محبت سے جاری رکھا۔عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر مسجد قبا دور دراز علاقوں میں بھی ہوتی تو ہم اونٹوں کو وہاں تک لے جاتے۔"

جب آپ مسجد قبا کی زیارت کریں تو وہاں وضو کر کے جائیں۔ کوشش کریں کہ ہفتے کے دن جائیں جیسے نبی کریم ﷺ جاتے تھے،اور عمرہ کے اجر کی امید رکھیں۔ اس مسجد میں داخل ہوتے ہوئے مہاجرین اور انصار کی قربانیوں کو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ان کے اخلاص کو یاد کریں۔

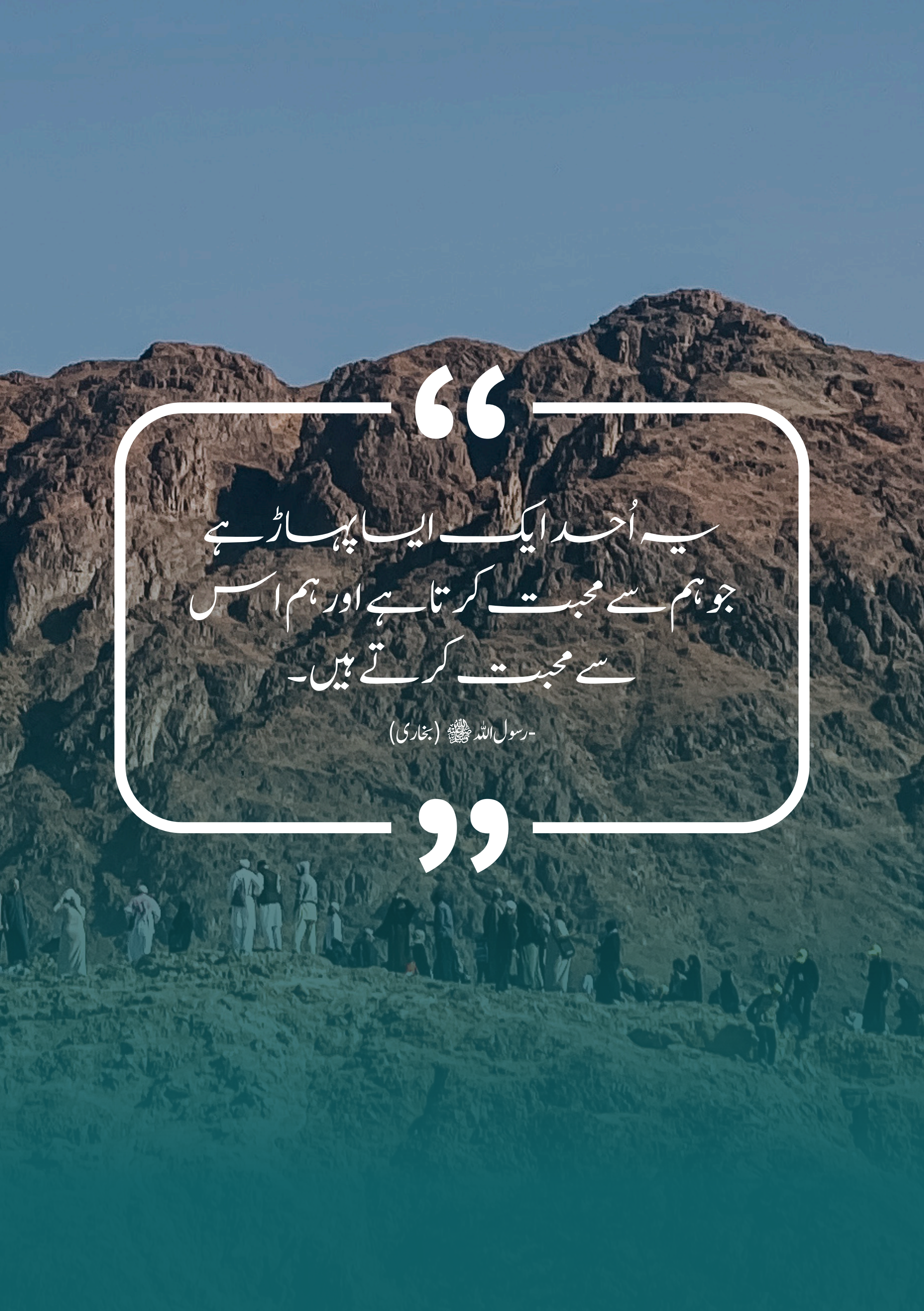
یہ اُحد ایک ایسا پہاڑ ہے
جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس
سے محبت کرتے ہیں۔
-رسول اللہ ﷺ (بخاری)

13

اُحد

اُحد کے عظیم پہاڑ کی زیارت کرتے ہوئے یاد کریں کہ یہ وہ پہاڑ ہے جو رسول اللہ ﷺ کو بے حد محبوب تھا۔ یہی وہ پہاڑ ہے جہاں مسلمانوں نے اپنے سب سے مشکل دنوں میں سے ایک کا سامنا کیا تھا۔

بدر کی شاندار فتح کے بعد قریش بدلے کی آگ میں بھرے ہوئے واپس آئے تھے۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایمان، تیاری اور حکمت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔ جنگ شروع ہوئی اور ابتدائی طور پر مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو رہا تھا، مگر اسی لمحے چند تیرانداز مالِ غنیمت کی خواہش میں اپنی جگہ چھوڑ کر نیچے اتر آئے۔ دشمن نے اسی موقع کو غنیمت جان کر پیچھے سے حملہ کر دیا اور ساری صورتحال بدل گئی۔

ایمان والے گھبرا گئے، افواہیں پھیل گئیں کہ نبی کریم ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔

نبی کریم ﷺ زخمی ہوئے تھے: ایک پتھر آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر لگا، ایک تیر سے سامنے کے دانت شہید ہو گئے، اور تلوار کے زخم سے خون جاری ہو گیا تھا۔ اس تکلیف میں آپ ﷺ نے فرمایا:

”وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے سر پر ضرب لگائی اور اس کے دانت توڑ دیے؟“

یہی وہ اُحد ہے جہاں طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے جسم کو نبی کریم ﷺ کے لیے ڈھال بنا دیا، اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”طلحہ کے لیے جنت واجب ہو گئی!“

یہ وہی پہاڑ ہے جہاں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے — وہ جو اپنی زندگی میں نہایت عمدہ لباس پہنتے تھے، مگر اس دن ان کے کفن کے لیے اتنا کپڑا بھی دستیاب نہیں ہو سکا جس سے انکا تمام بدن ڈھانپا جا سکتا۔

یہاں ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اپنے جسم کو ڈھال بنا کر نبی کریم ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے دشمنوں سے لڑتے رہے، تیر ان کے جسم پر لگتے رہے مگر وہ پیچھے نہ ہٹے۔

یہاں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کون ہے جو اپنی جان ہمارے لیے بیچ دے؟"

زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ آگے بڑھے، لڑتے رہے یہاں تک کہ وہ شدید زخمی ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنے پاس بلایا، انہیں سہارا دے کر اپنی گود میں لٹا لیا یہاں تک کہ وہ وہیں شہید ہو گئے۔

یہ وہ پہاڑ ہے جس نے معجزات دیکھے۔ انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں اُحد کی طرف سے آتی جنت کی خوشبو سونگھ سکتا ہوں۔"

اور حنظلہ رضی اللہ عنہ — وہ جن کی شادی غزوہ احد سے ایک رات قبل ہوئی تھی — جیسے ہی انہوں نے جہاد کی آواز سنی، وقت ضایع کیے بغیر، اپنی دلہن کو چھوڑ کر غسل کیے بغیر میدانِ جنگ میں چلے گئے۔ انہوں نے بہادری سے دشمن کے خلاف جہاد کیا اور شہید ہو گئے۔ جنگ کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"میں نے فرشتوں کو دیکھا جو حنظلہ رضی اللہ عنہ کو آسمان و زمین کے درمیان، چاندی کے برتنوں میں موجود بارش کے پانی سے غسل دے رہے تھے۔"

یہی وہ پہاڑ ہے جہاں سب سے دردناک واقعہ پیش آیا: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت۔ حمزہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے چچا ہی نہیں بلکہ رضاعی بھائی بھی تھے۔ وہ بدر کے سب سے بہادر جنگجو تھے، اپنے سامنے آنے والے ہر دشمن کو انہوں نے شکست دی تھی۔

قریش نے ان سے بدلہ لینے کے لیے وحشی بن حرب کو آزادی کا لالچ دیا تھا تاکہ وہ حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد دشمن نے دوسرے شہید ہونے والے صحابہ کے ساتھ ان کے جسم کی بے حرمتی بھی کی تھی، اور فتح کی خوشی مناتے ہوئے ہندہ نے ان کا جگر چبایا تھا۔

اس دن نبی کریم ﷺ انتہائی شدت سے روئے، آپ ﷺ کو اتنا غمگین اس سے پہلے کبھی کسی نے نہ دیکھا تھا۔

اُحد کے پہاڑ پر موجود قبرستان کی زیارت کرنے اور وہاں مدفون صحابہ کرام کے نام پڑھنے کی کوشش کریں۔ یہ وہ پہاڑ ہے جس کے دامن میں نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دفن کیا، ان کی نماز جنازہ پڑھائی، اور اپنے محبوب ساتھیوں کی جدائی میں غمگین ہوئے۔ ان صحابہ نے اپنا سب کچھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے قربان کر دیا تھا۔

یہ وہ قربانیاں تھیں جن کی بدولت اسلام آپ تک پہنچا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی وجہ سے آپ ایمان کی مٹھاس چکھ رہے ہیں اور آج اُحد پر کھڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ أَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

"...اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔"
(۹:۱۰۰)

اب خود سے سوال کریں: آپ اللہ کے لیے کیا قربانی دیں گے؟
آپ ان کے مشن کو کیسے آگے بڑھائیں گے؟

نبی کریم ﷺ پر مکہ میں پتھر برسائے گئے۔

انہیں شعبِ ابی طالب میں محصور کیا گیا۔

ان کے سر مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالی گئی۔

انہیں جادوگر اور جھوٹا کہا گیا۔

اُحد میں ان کا خون بہا۔

مدینہ میں دشمنوں نے ان کا محاصرہ کیا۔

منافقین اور یہود نے سازشیں کیں۔

اور آخر کار انہیں زہر آلود گوشت سے تکلیف پہنچائی گئی۔

یہ دین قربانی اور مشقت کے ساتھ آپ تک پہنچا ہے۔

اسے ہلکا نہ لیں۔

اسے ضائع نہ ہونے دیں۔

غور و فکر کریں

1. نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ کا کونسا واقعہ آپ کے دل کو سب سے زیادہ چھوتا ہے؟ اور کیوں؟
2. اگر نبی کریم ﷺ آج زندہ ہوتے تو آپ اپنی زندگی کیسے بدلتے؟
3. آپ نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے کیا کریں گے؟
4. آپ ان کی سنت کو اپنا کر کیسے زندگی گزاریں گے تا کہ قیامت کے دن وہ آپ پر فخر کریں؟
5. اگر آپ کو جنت میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کا اعزاز ملے گا تو آپ ان سے کیا کہیں گے؟

نبی کریم ﷺ سے محبت اور اتباع کے طریقے

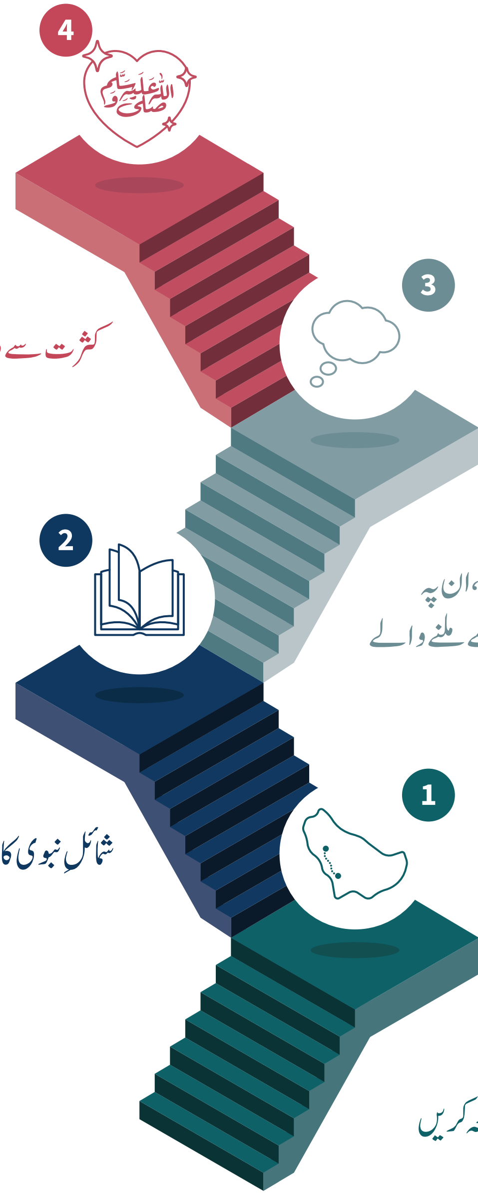

1. سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ کریں
2. شمائلِ نبوی کا مطالعہ کریں
3. احادیث کو سمجھ کر پڑھیں، ان پہ غور و فکر کریں اور ان سے ملنے والے اسباق پر عمل کریں
4. کثرت سے درود شریف پڑھیں

کتاب سے ماخوذ

الحياة مع الله

خالق سے وابستگی

lifewithallah.com/publications